ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

"احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں نسائی شعور"

جمیلہ ناز
(اسسٹنٹ پروفیسر اردو)گورنمٹ سٹی گرلز کالج گلبہار پشاور

ABSTRACT

Woman has been an important subject in literature and its mention has always been going on in fictional literature, whether this mention of woman is direct or indirect, but the story continues around her character or with the circumstances and events of the character. By using their creative powers, fiction writers have shed light on the personality and role of women in their fictions and have raised their voice for their rights. Available in styles and colors. Not only women have written about the various problems of deprivation and oppression of women, but men have also raised the concept of women through their works and have represented the psychology and feelings of women through various explanations. Ahmed Nadeem Qasmi is a famous and well-known Urdu fiction writer. He has raised the concept of women in his fictions in addition to the problems of village life and social problems. Ahmed Nadeem Qasmi has also depicted in his fiction those women who are forced and helpless in front of the oppressive society and are victims of sexual violence. In the fictions of Ahmed Nadeem Qasmi, there is definitely an intervention of the act of femininity. In his fictions, he seems to raise his voice for the freedom and rights of women. His fictions about sexual violence and social exploitation are Rais Khana, Fashion, Kheel, Sefid Ghoda, Ben, Mera Ranjha and Na Man. In summary, that highlights the challenges faced by vulnerable and powerless women, who often choose silence over confrontation in the face of injustice. It serves as a poignant commentary on the role of women in society, their struggles, and the complexities of their lives.

Keyword: *Feminine consciousness, exploitation, sexual violence, heartbreak, tragedy.*

کلیدی کلمات:
نسائی شعور، استحصال، جنسی تشدد، قلبی الجھنیں، المیہ۔

ادب میں عورت ایک اہم موضوع رہا ہے اور اس کا ذکر ہمیشہ سے افسانوی ادب میں چلتا آرہا ہے خواہ عورت کا یہ ذکر بلاواسطہ یا بالواسطہ مگر کہانی اس کے کردار کے گرد یا کردار کے حالات و واقعات کے ساتھ رواں دواں رہتی ہے افسانوی ادب میں عورت کا کردار اور اس کی شخصیت ابتدا میں تین صورتوں میں دیکھنے کو ملتی ہے۔پہلی سورت قابل محبت،دوسری صورت قابل نفرت،اور تیسری صورت قابل رحم۔

صنف افسانہ میں افسانہ نگاروں نے اپنی تخلیقی قوتوں کو استعمال میں لاتے ہوئے اپنے افسانوں میں عورت کی شخصیت اور کردار پر روشنی ڈالی ہے اور ان کے حق کے لیے آواز بلند کی ہے یہی وجہ ہے کہ اردو میں تقریبا تمام افسانہ نگاروں کے ہاں عورت بطور موضوع مختلف انداز اور رنگوں کے ساتھ موجود ہے۔

عورتوں کے مختلف مسائل محرومیوں اور مظالم پر صرف خواتین نے قلم نہیں اٹھایا بلکہ مرد حضرات نے بھی اپنی تخلیقات کے ذریعے عورت کے تصور کو ابھارا ہے اور مختلف وضاحتوں کے ذریعے عورت کے نفسیات اور جذبات و احساسات کی نمائندگی کی ہے۔

نجمہ رحمانی اپنی تصنیف "اردو افسانے کا سفر"جلد دوم میں یوں لکھتی ہیں۔

"اردو افسانے کی روایت بتاتی ہے کہ عورتوں کے مسائل عورتوں نے تو لکھے ہی اس سے زیادہ مردوں نے لکھے اور انہیں لکھنا بھی چاہیے کہ عورت کی بے مثال محبت و یگانگت و قربانی کا لطف وحظ سب سے زیادہ مرد ہی اٹھاتا ہے" (1)

احمد ندیم قاسمی اردو کے مشہور و معروف افسانہ نگار ہیں۔انھوں نے اپنے افسانوں میں دیہاتی زندگی کے مسائل ، سماجی مسائل کے علاوہ عورت کے تصور کو بڑے سلیقے سے ابھارا ہے انھوں نے اپنے افسانوں میں نہ صرف عورتوں کی بے مثال قر بانیوں کی تعریف کی ہے بلکہ اسکے ساتھ اس کی معاشرتی زندگی میں اہمیت بھی واضح کی ہے احمد ندیم قاسمی نے اپنے افسانوں میں ان عورتوں کی عکاسی بھی کی ہے جو ظالم سماج کے سامنے مجبور اور بے بس ہو جاتی ہیں اور جنسی تشدد کا نشانہ بنتی ہیں۔

ڈاکٹر قاسم ظفر خان لکھتے ہیں:

" احمد ندیم قاسمی نے اپنے افسانوں میں شرابیوں کی بری خصلتیں بیان کی ہیں اور غریب مجبور عورتیں ظالم پیٹ کے لیے کیا کیا برداشت کرتی ہیں"(2)

احمد ندیم قاسمی کے افسانوں میں تانیثیت کا عمل دخل ضرور ہے وہ اپنے افسانوں میں عورتوں کی آزادی اور حقوق کے لیے آواز بلند کرتے نظر آتے ہیں انھوں نے اپنے افسانوں میں ان عورتوں کی عکاسی کی ہے جو ظالم سماج کے استحصال اور تشدد کا شکار تھیں جنسی تشدد اور سماجی استحصال کے حوالے سے ان کے افسانے رئیس خانہ، فیشن ،کھیل، سفید گھوڑا ،بین، میرا رانجھا اور نامرد نمایا ں افسانے ہیں۔

کھیل،احمد ندیم قاسمی کا ایک مشہور افسانہ ہے ،افسانہ کھیل میں کسی کھیل کا ذکر نہیں بلکہ سماچ میں پائے جانے والے اس کھیل کی طرف اشارہ ہے جو مظلوم بے بس لاچار غریب عورتوں کے ساتھ کھیلا جاتا ہے بعض عورتیں

معاشرے کےاس طرح کے رویوں کی عادی ہو جاتی ہیں اور حالات کے ساتھ سمجھوتہ کر لیتی ہیں اور بعض اپنے آپ کو ہی ختم کر دیتی ہیں لیکن ظالم اور بدمعاش مردوں کے خلاف وہ آواز حق بلند نہیں کر سکتیں کیونکہ وہ رسوائی اور بدنامی سے ڈرتی ہیں احمد ندیم قاسمی کا افسانہ "کھیل "ایک ایسی نوجوان بیوہ لڑکی رانی کی کہانی ہےجو ایک ظالم جاگیردار کے استحصال کا شکار ہوتی ہے لیکن رسوائی سے ڈرتے ہوئے اور باپ کی غریبی کو دیکھتے ہوئے اپنے حق کے لیے بغاوت نہیں کرتی بلکہ اپنا سر ایک چٹان سے پھوڑ کر اپنا قصہ تمام کر دیتی ہے۔

رانی کی شادی شیرو نام کے نوجوان سے ہوتی ہے بہت ہنسی خوشی زندگی گزار رہی ہوتی ہے اچانک اس کے شوہر کی وفات ہو جاتی ہے شوہر کی وفات کے بعد اس کی زندگی کے برے دن شروع ہو جاتے ہیں اس کی ساس کا رویہ ایک دم بدل جاتا ہے وہ اسے منحوس تصور کرتے ہوئے اپنے بیٹے کی موت کا ذمہ دار ٹھہراتی ہےساس کے مظالم سے تنگ آکر رانی اپنے والد کے گھر واپس آجاتی ہے۔

رانی بیوہ تھی لیکن جوان تھی اس کے دل میں امنگیں تھی خواہشات تھی کہ کوئی اس سے محبت کرے اس سے باتیں کرے اس کے دل کا حال پوچھے لیکن اس نے اپنے تمام خواہشات کو دبا کر جسم اور روح کو اپنے مردہ شوہر کی امانت قرار دیا وہ اپنے جذبات و احساسات کا کسی سے اظہار نہیں کر سکتی تھی۔یہاں احمد ندیم قاسمی نے رانی کی ذہنی اور قلبی الجھنوں کو اجاگر کیا ہے کہ ایک بیوہ کو بھی زندہ رہنے کا حق ہےلیکن ہمارا معاشرہ بیوہ عورت کو جینے نہیں دیتا۔بیوہ عورت پر خوشیوں کے تمام دروازے بند کر دیے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ ذہنی مریض بن جاتی ہے۔

"ابا مجھے کہیں سے ایک طوطا تو لا دو یا کوئی مینا یا کوئی چکور میں اکیلے بیٹھے بیٹھے گھبرا جاتی ہوں ایک بلی تھی اسے بھی جاگیردار جی کے کتے نے پھاڑ ڈالا ورنہ اس سے جی بہلتا رہتا تھا"(3)

اس افسانے میں احمد ندیم قاسمی نے ہمارے معاشرے میں پائی جانے والی ان عورتوں کے طبقے کی نمائندگی کی ہے جو جوانی میں بیوہ ہو جاتی ہیں اور ان کے گھر والے ان کو منحوس تصور کرتے ہوئے ان کے ساتھ برا رویہ رکھتے ہیں حالانکہ کوئی بھی نئی بیاہی ہوئی عورت ہو یا بڑی عمر وہ نہیں چاہتی کہ اس کی زندگی کا ساتھی اسے چھوڑ کر چلا جائے لیکن زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے مگر ہمارا معاشرہ شوہر کے مر جانے سے بیوی کو قصوروار ٹھہراتا ہے یہی حال رانی کا بھی ہوتا ہے ۔

دوسری طرف احمد ندیم قاسمی نے اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر مر جائے تو وہ زندگی بھر سوگ مناتی ہے یہاں تک کہ اپنے جسم و روح کو اپنے مرحوم شوہر کی امانت تصور کرتی ہے اور شوہر کے ساتھ گزارے ہوئے محبت کے لمحات کے سہارے زندگی گزارتی ہے جبکہ مردوں کے ہاں ایسا کوئی تصور نہیں ہے۔

رانی کی مشکلات میں اس وقت مزید اضافہ ہو جاتا ہے جب ایک جاگیردار کا بیٹا اس پر عاشق ہو جاتا ہے وہ رانی کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے طرح طرح کے حربے استعمال کرتا ہے۔جب رانی گاگر بننے جاتی ہے تو وہ دور سے نشانہ باندھ کر اس کے گاگر میں سراخ کر دیتا کبھی اس کے آگے راستے میں کنکر پھینک دیتا ایک شام رانی کسی کام کو نمٹا کر گھر آ رہی تھی تو اندھیرے میں جاگیردار کے بیٹے نے اس کا دوپٹہ کھینچ لیا۔رانی جاگیردار کے اس استحصال کے خلاف چیخنا چلانا چاہتی تھی احتجاج کرنا چاہتی تھی لیکن وہ مجبور ہو کر برداشت کر رہی تھی کہ اگر وہ چیخی چلائی تو اسی کے کردار پر انگلی اٹھائی جائے گی۔جاگیردار بہت با اثر تھا اس کی بہت سی زمینیں تھیں لوگ اس کی بہت عزت کرتے تھے رانی کو حقیقت معلوم تھی کہ کوئی بھی اس کا ساتھ نہیں دے گا بلکہ سب اسے ہی مورد الزام ٹھہرائیں گے کہ وہ جاگیردار کے بیٹے کو پھنسا رہی تھی۔

یہاں احمد ندیم قاسمی نے مرد کے استحصال کی شکار ایک مجبور اور بے بس عورت کی اذیت اور درد کو بہت موثر انداز میں بیان کیا ہے۔رانی جانتی ہےکہ اس جیسی بے بس اور مجبور لڑکیوں سے دل بہلانا جاگیردار اور بگڑے ہوئے لوگوں کا پسندیدہ مشغلہ اور کھیل ہےاورنہ جانے رانی جیسی کتنی لڑکیاں اس طرح کے استحصال کا روز شکار ہوتی ہیں۔

احمد ندیم قاسمی رانی کی ذہنی اور قلبی کیفیت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

امیروں کے یہ من بھاتے کھیل ہیں اور کچھ عجیب نہیں کہ وہ ایک گیند سے کھیل کھیل کر جب تھک جاتے تو ایک نئی گیند خرید لے اور یوں وہ بے شمار گھسی پٹی ہوئی گیندوں کے انبار تلے دب کر دم گھٹ کر مر جائے۔(4)

بدقسمتی سے رانی کے باپ کی بیماری کے بعد گھر کی ساری ذمہ داری رانی پر آن پڑتی ہے اب رانی کو فکر معاش کے لیے گھر سے باہر بھی نکلنا پڑتا ہے۔یہاں جاگیردار کا بیٹا اسے تنگ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔آخر جاگیردار کے بیٹے کے استحصال سے مجبور ہو کر رانی اپنا سر چٹان کے ساتھ پھوڑ لیتی ہے اور اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیتی ہے۔

اس افسانے میں احمد ندیم قاسمی نے جا گیرداری نظام کی سفاکی سے بھی پردہ اٹھایا ہے جاگیردار کا بیٹا ہمارے معاشرے میں موجود ایسے افراد کی نمائندگی کرتا ہے جو بدمعاش ہے اور عورتوں کی شخصیت کو کھیل سمجھ کر ان کے ساتھ نا زیبا حرکتیں کرتا ہے۔لیکن اس کے باوجود کوئی ا سے تنقید کا نشانہ نہیں بناتا نہ ہی کھل کر اسے ایسے

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

کاموں سے منع کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کی زمینیں زیادہ ہوتی ہیں ان کا اثرورسوخ زیادہ ہوتا ہے ان کی اوچھی اور نازیباحرکتوں کو اگرچہ سماج کے لوگ پسند نہیں کرتے لیکن ان کے خوف کی وجہ سے ان کی عزت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ جاگیردار کے بیٹے جیسے اوباش لوگ بیوہ عورت کو گھر کی چادیواری میں بھی جینے نہیں دیتے اگر وہ شادی نہیں کرنا چاہتی اور مرحوم شوہر کی یادوں کے ساری زندگی گزارنا چاہتی ہے تو اس قدر ذلیل اور مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ زبردستی شادی کرنے کے لیے تیار ہو جائے اور مرد کی لباس میں بھیڑیے کا شکار ہو جائے۔

افسانہ "کھیل" میں احمد ندیم قاسمی نے مرکزی کردار رانی کے ذریعے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ عورت ہمارے معاشرے کا مظلوم اور بے ضرر طبقہ ہے اگر بیٹی ہو تو وہ ضعیف باپ کے خیال رکھنے کو زندگی کا نام دیتی ہے اگر بیوی ہو تو محبت اور وفا کا پیکر ہوتی ہے اگر بیوہ ہو تو مرحوم شور کی یاد اور گزری محبت کی گھڑیوں کو زندگی کا حاصل کرتی ہے لیکن اس کے باوجود اس عورت کو معاشرے میں اس کے کردار کے مطابق اور اس کی اہمیت کے باوجود اس کے حقوق سے انکار کیا جاتا ہے۔اس افسانے میں احمد عزیز قاسمی نے خاص کر بیوہ عورت کی زندگی کے مسائل اور ذہنی قلبی وارداتوں کو بڑے سلیقے سے بیان کیا ہے اور اس حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے کہ عورت کا اصل سہارا اس کا شوہر ہوتا ہے اس افسانے میں جب رانی کا شوہر زندہ ہوتا ہے تو وہ ہنسی خوشی زندگی گزار رہی ہوتی ہے لیکن جیسے اس کے شوہر کا انتقال ہوتا ہے تو اس کے اپنے قریبی رشتہ دار بھی اس کا جینا حرام کر دیتے ہیں اور جاگیردار کے بیٹے جیسے لوگ اس کی عزت پر کیچڑ اچھالتے ہیں۔

"میرا رانجھا" احمد ندیم قاسمی کا عورتوں کے جذبات و احساسات و کیفیات کو اجاگر کرنے کے حوالے سے کامیاب اور انمول فسانہ ہے اس افسانے میں انھوں نے ایک معاشرتی برائی کو ایک عورت کے کردار "ا مامی "کے ذریعے ناجائز اولاد کی صورت میں سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔امامی جس کے ماں باپ کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ہوتیں وہ اپنی چچا چچی کے ساتھ رہتی ہے اس بن ماں باپ کی لڑکی کو معاشرہ کس نگاہ سے دیکھتا ہے اس کی زندگی میں کیا مشکلات پیش آ اتی ہیں ان سب کا ذکر بہت پر اثر انداز میں اس افسانے میں کیا گیا ہے۔امامی اپنے والدین کی مشترکہ محبت کی نا جائزپیداوار ہے دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھےلیکن امامی کے والد کو جب معلوم ہوتا ہے کہ مامی کی والدہ حاملہ ہے تو وہ بدنامی کے ڈر سےخوفزدہ ہو جاتا ہے۔امامی کی پیدائش ایک ویران کھنڈر میں ہوتی ہے جہاں اس کی والدہ اس کی پیدائش کے تین دن بعد سسک سسک کر مر جاتی ہے امامی کا والد اس کو گھر لے اتا ہے اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ ایک بچی اسے کہیں سے ملی ہے اور یوں سب لوگ اسے اس کے چچا کی رشتے سے پہچانتے ہیں۔

امامی کی چچی اس پر بہت ظلم کرتی ہے۔اس ظلم و تشدد کی زندگی کے باوجود امامی کے دل میں جینے کی امنگ تھی وہ چاہتی تھی کہ اس کا کوئی ساتھی ہو جس کے ساتھ وہ اپنا دکھ درد بانٹے جو اس کا سہارا بنے۔احمد ندیم قاسمی نے امامی کے کردار اور شخصیت میں مایوسی کے ساتھ زندگی کا نغمہ بلند کر کے اس امر کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے عورت وفا محبت پاس اور لحاظ کی مٹی سے بنی ہے وہ چاہے جتنی بھی دکھی ہو وہ ایک ایسے ساتھی کی تلاش میں ہوتی ہے جو باوفا ہو اس کے دکھ درد کا ساتھی ہو۔

کاش میرا بھی کوئی غم گسار ہوتا! کاش مجھے بھی کوئی تسلیاں دے سکتا! کاش میں بھی کسی کو اپنا کہ کر پکار سکتی! ہم دن کو اکٹھے ویران گھاٹیوں میں آوارہ پھرتے راتوں کو ہم اکٹھے آسمان پر نگاہیں گاڑ کر تارے گنتے گنتے سو جاتے (5)

بہت جلد امامی کی دل کی خواہش پوری ہو جاتی ہے اسے اپنے چچا کے دوست ،دوست محمد سے محبت ہو جاتی ہے دونوں ایک دوسرے سے بے پناہ محبت کرتے ہیں دوست محمد امامی سے شادی کرنا چاہتا ہے لیکن شادی سے ایک رات قبل امامی کا چچا دوست محمد کو بتاتا ہے کہ امامی دراصل اس کی ناجائز اولاد ہے یہ سن کر دوست محمد کے دل و دماغ میں ہلچل سی مچ جاتی ہے وہ اس تمام محبت کو بالائے طاق رکھ کر ملازمت کا بہانہ بنا کر وہ علاقہ چھوڑ دیتا ہےدوست محمد خود کو محبت کی بدنامی اور رسوائی سے بچا کر محفوظ نکل گیا لیکن سماج کی نظروں میں تنقید کا نشانہ امامی ہی بنتی ہے کیونکہ اس طرح بیچ راہ میں جب شادی سے ایک دن پہلے کوئی مرد اپنی بیوی کو چھوڑ دے اور اس سے اپنانے سے دور بھاگ جائے تو اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ معاشرہ عورت ہی کو قصوروار ٹھہرائے گا اور ہی کے کردار پر انگلی ا ٹھائے گا۔

اس افسانے میں احمد ندیم قاسمی نے معاشرے اور سماج کے اس تلخ حقیقت کی طرف نشاندہی کی ہے کہ مرد کا کردار خواہ ماضی میں ہو یا موجودہ دور میں ہر حال میں اعلیٰ ہے جبکہ عورت کا قصور نہ بھی ہو یعنی وہ کسی مرد کے ظلم کا شکار ہو جائے تو بھی اس میں قصوروار عورت کو ہی ٹھہرایا جاتا ہے بدنامی اور رسوائی کا کیچڑ عورت ہی کے دامن پر اچھالا جاتا ہے۔

افسانہ "فیشن" میں احمد ندیم قاسمی نے عورت کے استحصال کو ایک بہترین انداز میں بیان کیا ہے یہ افسانہ ایک لڑکی حلیمہ کی کہانی ہے جو ایک اعلی و ارفع خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔اپنے باپ کی مال و دولت کی وجہ سے اسے زندگی کی تمام آسائشات میں میسر ہیں وہ نت نئے فیشن کرتی ہے ۔حلیمہ کے گھر میں نجمہ نام کی ایک نوکرانی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

ہوتی ہے جونوکرانی ہونے کے ساتھ ساتھ حلیمہ کی سہیلی اور ہمراز بھی ہوتی ہے۔جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی نجمہ کو شیخ منصور نامی شخص سے محبت ہو جاتی ہے وہ اسے ہر صورت میں پانا چاہتی ہے ایک اعلیٰ ارفع خاندان کی لڑکی ہونے کی وجہ سے وہ شیخ منصور سے ملاقات نہیں کر سکتی لیکن اپنے دل کے تمام احوال رقعہ کی صورت میں حلیمہ کے ذریعے شیخ منصور تک پہنچاتی ہے۔یوں حلیمہ نجمہ اور منصور کے مابین خط و کتابت کے لیے قاصد کا کام سرانجام دیتی ہے۔

چند ملاقاتوں کے بعد شیخ منصور نجمہ کی خوبصورتی دیکھ کر بد نیت ہو جاتا ہے وہ اسے جنسی ہوس کا نشانہ بناتا ہے جس کے نتیجے میں حلیمہ حاملہ ہو جاتی ہے۔لیکن وہ نجمہ کو کھو دینے کے خوف سے اسے کچھ نہیں بتاتی اور اپنے گاؤں چلی جاتی ہے۔کچھ عرصے بعد اس کا بیٹا پیدا ہوتا ہے اور نجمہ کی اس سے ملاقات ہوتی ہے تو وہ اس سے پوچھتی ہے کہ تم نے کب شادی کر لی اور یہ بیٹا کب ہوا۔تب حلیمہ نجمہ کے سامنے شیخ منصور کا سارا راز فاش کر دیتی ہے۔

شیخ منصور کے کردار کے ذریعے احمد ندیم قاسمی نے ہمارے معاشرے میں موجود ایسے لوگوں کے چہرے سے نقاب ہٹانے کی کوشش کی ہے جو ایک عورت کے ا حساس و جذبات کے ساتھ کھیلتے ہیں محبت نبھانے اور انجام تک پہنچانے کے وعدے کرتے ہیں لیکن جب دوسری لڑکی پر نظر پڑتی ہے تو وہ اس کے غریبی اور بے بسی سے فائدہ اٹھا کر اس سے جنسی حظ اٹھاتے ہیں۔ حلیمہ اور نجمہ دونوں اپنی بے بسی اور لاچاری کی وجہ سے ظلم کا شکار ہوئیں وہ شیخ منصور کے خلاف آواز نہیں اٹھا سکتی تھیں کیونکہ اس نے بظاہر شرافت اور تہذیب کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا معاشرے کو اس کا ظاہری رخ نظر آرہا تھا اس کے اندر کا بدکردار اور کمینہ انسان نہیں اس لیے تشدد زدہ عورت نہ تو خود اپنا حق طلب کر سکتی ہے نہ معاشرہ اس کا ساتھ دینے کو تیار ہے اسی وجہ سے ہمارے معاشرے میں آئے دن کوئی نہ کوئی لڑکی حلیمہ کی صورت میں ہمارے ہی سماج کے مرد شیخ منصور کے ظلم و استحصال کا شکار ہو جاتی ہے۔

احمد ندیم قاسمی نے اپنے افسانے "سفید گھوڑا "میں ایک ایسے عورت کی کہانی بیان کی ہے جو گزر بسر کے لیے اپنی بیٹی کو تشدد اور جنسی استحصال کے لیے خود ایسے مردوں کے سامنے پیش کرتی ہے جو شراب کے نشے میں مست و بے خود ہوتے ہیں وہ معاشرے کی اس قدر مجبور عورت ہے کہ پیٹ پالنے کا کوئی وسیلہ نہ ہونے کے سبب بیٹی پر ظلم کرتی ہے لیکن ماں کی حیثیت سے وہ اپنی بیٹی کے اس ظلم سہنے پر دل میں خون کے آنسو روتی ہے لیکن ظاہر میں اس کی آنکھوں میں کبھی آنسو نہیں آتے اس ظلم کو ضبط کرنے کی یہی وجہ ہے کہ وہ دونوں ہر رات کے بدلے ان بے حس مردوں سے کچھ نہ کچھ پیسے لے کر زندگی گزار سکیں وہ عورت عزت کے چلے جانے کے بعد اس الجھن اور مشکل کا شکار ہو جاتی ہے کہ ہر مرد جو سفید گھوڑا شراب پینے کے بعد عورت سے محبت کو بھی شوق و نشہ سمجھتا ہے لیکن ایسے مرد صرف ایک عورت سے محبت نہیں نبھاتے بلکہ ہر رات ایک نئی اور اچھوتی لڑکی مانگتے ہیں اس لیے یہ عورت اپنی بیٹی کو کبھی بلقیس کبھی رضیہ بنا کر پیش کرتی ہے اور پیسے وصول کرتی ہے۔

افسانہ" بدنام"میں نورا کے کردار میں ایس عورت کی عکاسی کی گئی ہے جس کا شوہر بے روزگار ہوتا ہے اور بے روزگاری کی وجہ سے قرضوں میں ڈوب جاتا ہے جب گزر بسر کی کوئی صورت نظر نہیں اتی اور نوبت فاقوں تک پہنچ جاتی ہیں تو ان حالات میں نورا ایک سنگین قدم اٹھانے پر مجبور ہو جاتی ہے وہ خود اپنی عصمت کی سوداگری کرتی ہے تاکہ پیسے وصول کر کے شوہر کی گردن سے قرض چھڑا سکے اور غربت و افلاس کو دور کر سکے۔ایسے افعال سر انجام دینے والی عورتیں معاشرے اور سماج میں بد نام ہو جاتی ہیں معاشرہ انہیں نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی نہیں ہوتا جو آ گے بڑھ کر ان کی مالی مدد کرے اور ان کی مشکلات کم کر سکے۔

نوراں شوہر کی بے روزگاری کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس فعل بد کے لیے تیار ہوئی لیکن دوسری طرف وہ معاشرے میں اس قدر بے بس ہوئی کہ ہر کوئی اس کے کردار پر انگلی اٹھانے لگا اس کے گھر کو چکلا اور نورا کو بد کردار اور بے غیرت کہنے لگا نورا بھی تو یہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ بدکردار اوررسوا ہو لیکن وہ بے بس مجبور لا چار تھی اس کے سوا اس کے پاس کوئی چارہ نہ تھااہل محلہ کی طرف سے نورا کی کردار کشی کی عکاسی احمد ندیم قاسمی نے یوں کی ہے

ایک کسان بولا،کیا بات ہے؟ رحیمو ں کیوں نہیں آتا چوپال پر"؟دوسرا بولا نورا کو چکلے بٹھانے لے گیا ہوگا وہ بھی تو دنوں سے نظر نہیں آئی پہلے آ کر مسجد کی محراب کو چومتی تھی اب جانے کسے چوم رہی ہے؟(6)

اس افسانے میں معاشرے کے سفاکانہ رویے کی عکاسی کی گئی ہے کہ مجبور و بے بس ہو کر جسم فروشی کرنے والی عورتوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے لیکن وہ مرد جو ان کے جسم سے حظ اٹھاتے ہیں ان کو کوئی کچھ نہیں کہتا۔کوئی بھی ان بد کردار مردوں سے یہ نہیں کہتا کہ وہ ان مجبور عورتوں کی فی سبیل اللہ مدد کر لیں۔یہ معاشرے کا المیہ ہے کہ مرد تمام بد اعمالیوں کے باوجود ہر حال میں ہر صورت میں اعلی و برتر ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.2 2022

افسانہ "نا مرد "میں چنوں نامی عورت کے ایک بزدل اور ڈرپوک مرد سلیم کے ہاتھوں جذباتی استحصال کا شکار ہونے والی عورت کی کہانی ہے۔جس کا شوہر جیل میں قید ہے۔چنوں کی تنہائی اور بے بسی کا فائدہ اٹھا کر سلیم نامی شخص اس کے دل میں محبت کے جذبات و احساسات پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ لیکن جب چنوں سنجیدگی سے اس کے بارے میں سوچنے لگتی ہے اور اپنے دل میں اس کے لیے محبت کے احساس کو پیدا کر لیتی ہے تو سلیم بھاگ جاتا ہے۔ سلیم جیسےنامرد عورت کے جذبات و احساسات کو محض ایک کھیل سمجھ کر کھیلتے ہیں اور ان کی خواہشات اورا منگوں پر مٹی ڈال کر ہمیشہ کے لیے دفنا کر چلے جاتے ہیں۔

احمد ندیم قاسمی نے اپنے افسانوں میں عورتوں کے ساتھ زیادتی، زور و زبردستی،جبرو استحصال اور تشدد کے ایسے المناک واقعات کو سامنے لانے کی کوشش کی ہے جس سے ہمارے معاشرے کا اصل چہرہ بے نقاب ہو کر سامنے آتا ہے ان کے افسانوں میں چاہے رانی ہو, امامی ،حلیمہ ،رضیہ ،بلقیس یا چنوں ہو سب مرد وں کے بنا ئے ہوئےسماج کے ظلم و ستم کا شکار ان میں کوئی بھی اپنے حق کے لیے آواز اس لیے بلند نہیں کر سکتی کہ وہ زمانے بھر میں رسوا اور بد نام ہو جائے گی اسی المیہ کو احمد ندیم قاسمی نے اپنے افسانوں کے ذریعے سامنے لانے سعی کی ہے ۔

حوالہ جات

1۔نجمہ رحمانی،اردو افسانے کا سفر (جلد دوم)،دہلی،عرشیہ پبلیکیشنز 2015 ،ص789
2۔ڈاکٹر قاسم ظفر خان،"احمد ندیم قاسمی کی نثر نگاری"پٹنہ، گورنمنٹ اردو لائبریری، 1996 ص 46
3۔احمد ندیم قاسمی،"بگولے"لاہور گلو پبلشر،اردو بازار نظامی پریس لاہور،1986ص141
4۔ایضاً ص144
5۔احمد ندیم قاسمی،"بگولے"، لاہور، گلوب پبلشر اردو بازار،نظامی پریس لاہور، 1986، ص115
6۔احمد ندیم قاسمی،"بازار حیات"لاہور،سنگ میل پبلشرز 1969ص91